افکار و تاثرات ________ قارئین بنام مدیر

برادرم راشد الحق صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خوشی ہو رہی ہے کہ خانوادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے ایک بار پھر آپ کی صورت میں ایک صاحبِ قلم ابھر رہا ہے۔ مجھے ہمیشہ شیخ الحدیث حضرت الاستاد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے شکوہ رہا تھا کہ آپ نے نقش آغاز لکھنا کیوں چھوڑ دیا ہے ؟ کیا اس کی ضرورت نہیں رہی ؟ وہ اپنی اہمیت کھو گئی یا آپ ہمت ہار گئے ؟ لیکن الحمدللہ "جینز" نے کام کر کے دکھایا اور وہ کمی آپ کی صورت میں پوری ہو گئی اور ایک بار پھر یہ ثابت ہوا کہ ضروری نہیں کہ آدمی عصر حاضر کی کسی یونیورسٹی میں جرنلزم کے شعبے میں پڑھ چکا ہو۔ بلکہ یہی مدارس چٹائیاں اور ٹاٹ اب بھی مختلف میدانوں کے نئے اہل افراد تیار کرتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ پر آپ نے ان کے متعلق الحق کی خصوصی اشاعت کے اداریہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ واقعی مثالی تھا۔ ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ماہنامہ الحق میں دارالعلوم کے شب وروز کے عنوان میں آئے روز بین الاقوامی سکالرز 'مغربی صحافیوں اور بالخصوص مغربی وفود و سفارت کاروں اور سیاستدانوں وغیرہ کی آمد کے متعلق پڑھتا رہتا ہوں۔ ان کا آنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نیک فال ہے اس حوالے سے کہ شاید اگر وہ انصاف کی آنکھ سے دیکھیں اور صحیح احوال دنیا کے سامنے پیش کریں کہ بھئی یہ مدارس اسلامیہ دہشت گرد نہیں بلکہ "مہذب دہشت گردی" کے دور میں یہ صحیح انسان کامل پیدا کر رہے ہیں۔ یہی دنیا کو امن دوستی کا گہوارہ بنانے والے ہیں۔ فرزند اقبال کے بعد جنرل حمید گل کا آنا اور طالبان دارالعلوم کی تحسین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اب حقائق کھل رہے ہیں۔ اور مغرب اور ان کی ٹیکنالوجی سے متاثر حضرات بھی سمجھنے لگے ہیں کہ اصل فکر یہیں سے مل رہی ہے اور میں تو کہوں گا کہ یہ ہمارے شیخ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی زندہ جاوید کرامات ہیں کہ آج دارالعلوم حقانیہ پوری دنیا کے توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں (امریکہ) میں اپنے خطبات 'دروس 'لیکچرز میں دارالعلوم حقانیہ اور اسکی خدمات کا تذکرہ کر کے یہاں کے باسیوں کو ان مدارس کی اہمیت سے آگاہ کرتا رہتا ہوں۔ ایک وقت یا ایک "برزخی کیفیت" ایسی بھی گذاری ہے جبکہ سیاسی جھمیلوں نے کچھ ابنائے دارالعلوم کو بظاہر کسی حد تک لاتعلق کر دیا تھا۔ لیکن ذاتی طور پر میں تو کہوں گا ٹھیک ہے کہ سیاسی سطح اور میدان میں راقم دوسری جانب کو صحیح سمجھتا تھا لیکن اس کے باوجود دارالعلوم اور خانوادہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ سے عقیدت میں میں نے کبھی خلل نہیں آنے دیا۔ لیکن الحمدللہ ایک بار پھر دارالعلوم کے ساتھ سابقہ (سیاسی) متعلقین و فضلاء کا تعلق بڑھ رہا ہے جیسا کہ میں نے الحق میں دیکھا کہ

مولانا فضل الرحمان صاحب بھی مولانا سمیع الحق صاحب سے ملنے کے لئے دارالعلوم تشریف لائے تھے اور بیان بھی کیا۔ یہ پڑھ کر انتہائی خوشی محسوس ہوئی۔

آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ پرانے روٹھے ہوئے ساتھیوں سمیت اغیار بھی دارالعلوم آنے شروع ہورہے ہیں جب اپنے آپس میں مل جاتے ہیں تو انکی عزت اوروں کی نظروں میں بھی بڑھ جاتی ہے۔ محترم قاری عبداللہ صاحب ہوں والے کا مکتوب دیکھا تو مزید خوشی ہوئی کہ وہ بھی آپ کے ساتھ مشفقانہ تعلق رکھتے ہیں ورنہ کچھ لوگ ایسے تھے جو ان حضرات کی ہر وقت مخالفت کرتے تھے۔ اور انہوں نے ہی دوریاں پیدا کیں۔ نئے ملکی اور عالمی حالات میں دارالعلوم کے تمام ابناء اور جمعیت کے راہنماؤں کا اکھٹا ہونا انتہائی نیک اور خوشگوار فال

تمام احباب کو سلام کو عرض کریں۔

والسلام

(مولانا) قاضی فضل اللہ حقانی

Islamic Centre Northidge USA

جناب راشد الحق حقانی صاحب

السلام وعلیکم۔ امید ہے خیر وعافیت ہونگے۔

جولائی ۲۰۰۰ء الحق کا اداریہ "تحریک طالبان افغانستان سے چند گزارشات" بہت پسند آیا۔ اس کی کئی فوٹو کاپیاں کیں اور یہاں ہمدردوں میں تقسیم کیں تاکہ وہ اس پر غور کریں۔ میرا خیال ہے کہ اس ضمن میں ایک تفصیلی مضمون لکھوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے "الحق" کے آئندہ شماروں میں شائع کردیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پورے قضیہ اور اس سے متعلقہ معاملات کا از سر نو مطالعہ کیا جائے اور اس سلسلے میں غیر جذباتی انداز اختیار کیا جائے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ خود احتسابی کی روایت کو ایک کلچر کے طور پر اختیار کیا جائے اس سے بہت سے غلط فیصلوں سے محفوظ رہنا ممکن ہو جائے گا۔ ۱۹ ویں صدی کے اوائل میں سید احمد شہیدؒ کی جہادی مساعی اپنے مطلوبہ مرام تک کیوں نہ پہنچ سکیں؟ ۱۹۱۹ء کے بعد دیوبند کے اکابر حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے مسلح تحریکات کی جگہ پر امن عوامی اور سیاسی جدوجہد کا راستہ کیوں اختیار کیا؟ یہ وہ نکات ہیں جن کا مطالعہ دینی طبقوں کے لئے بہت اہم ہے۔ خاص کر دور معاصر میں ان تحریکات کا بھرپور جائزہ اور معروضی سمجھ بہت ضروری ہوگئی ہے۔ ہماری ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ اسلامی تاریخ سے دینی طبقوں کی واقفیت زیادہ عمیق نہیں۔ جس کی وجہ سے لائحہ عمل ترتیب دینے میں جھول رہ جاتے ہیں یہ چند